حج روحانی اور اخلاقی تربیت کا مثالی نظام

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی، اے۔ ایم۔ یو، علی گڑھ

اسلام کے نظامِ عبادت میں حج ایک ایسی منفرد عبادت ہے جس میں اللہ رب العزت نے روحانی، اخلاقی، سماجی، سیاسی اور آفاقی منافع و برکات کا خزانہ جمع کردیا ہے اور اسے قلبی لذت و سرور سے معمور کردیا ہے جسے ایک حاجی ہی محسوس کرسکتا ہے۔ مومن کی زندگی پر مناسک حج کے ہمہ جہت اثرات کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو یہ بے مثال عبادت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ حکم دیا کہ وہ انسانوں کو بیت اللہ کے حج کے لیے بلائیں تاکہ وہ ان منافع و برکات کا مشاہدہ کریں جو رب کریم نے مناسک حج میں رکھے ہیں، تو سعید روحوں نے لبیک کہتے ہوئے پروانہ وار اس پکار پر اپنے کو نثار کردیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> وَأَذِّن فِیْ النَّاسِ بِالْحَجِّ یَأْتُوکَ رِجَالاً وَعَلَی کُلِّ ضَامِرٍ یَأْتِیْنَ مِن کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ. لِیَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِیْ أَیَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَی مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِیْمَةِ الْأَنْعَامِ فَکُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِیْرَ. ثُمَّ لْیَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْیُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ (الحج: ۲۷،۲۹)
>
> اور لوگوں میں حج کی منادی کردو کہ آئیں تیری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر سوار ہوکر، چلے آئیں دور دراز راہوں سے، تاکہ مشاہدہ کریں اپنے منافع کا، اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں ان جانوروں پر جو اللہ نے ان کو دیے ہیں۔ کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج فقیر کو۔ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔

حضرت علیؓ نے سعید روحوں کی کعبہ کی طرف لپک کو ان کی فطری اور جبلی ضرورت قرار دیا ہے، جیسے پیاسا پانی کی طرف لپکتا ہے، پرندہ آشیانہ کی طرف لوٹتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کا حج تم پر فرض کیا ہے جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے۔ جہاں لوگ اس طرح کھنچ کر آتے ہیں جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف

آتے ہیں۔ اور اس وارفتگی سے بڑھتے ہیں جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی طرف آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اپنی عظمت کے سامنے انسانوں کی عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لئے جنھوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے کلام کی تصدیق کی۔ وہ انبیاء کے قائم مقام ٹھہرے اور عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں کے مشابہ ٹھہرے۔ وہ اس کی عبادت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں'۔
(نہج البلاغہ، خطبہ اوّل)

دنیا میں لاتعداد اجتماع گاہوں، سیر گاہوں اور عبادت گاہوں کا وجود ہے، مگر جو خصوصیت آفاقیت اور روحانیت حج کعبہ کو حاصل ہے، عالمی تہذیب اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔ بقول اقبال ؎

تہی وحدت سے ہے اندیشہ غرب
کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے
عرب کے سوز میں ساز عجم ہے
حرم کا راز توحید امم ہے

حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے اور وہ بھی مال دار انسانوں پر جو دنیا کے کسی بھی گوشہ سے بیت اللہ شریف تک جانے اور آنے کی مالی استطاعت رکھتے ہوں، زاد و راحلہ پر قادر ہوں، بال بچوں اور اہل خانہ کی کفالت کا انتظام کرسکتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰه غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (آل عمران: ۹۷)

اور ان لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج واجب ہے جو وہاں تک پہونچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کوئی کفر کرے گا تو جان لو کہ اللہ تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔

مال داروں پر حج اس لیے فرض کیا گیا کہ مال و دولت کے جو غیر صحت مند اثرات انسانی دل و دماغ پر پڑتے ہیں ان سے لوگوں کو پاک کیا جائے اور کعبہ دل میں اللہ کی محبت و شوق اور عشق

و ایثار کا چراغ جلایا جائے۔ قلب و ذہن کی گندگی کو دور کیا جائے اور عشق و محبت کی آنچ میں تپا کر مومن کو مجلّٰی و مصفّٰی کیا جائے۔ جو مال دار حج نہیں کرتے وہ اپنے دل و دماغ کی آلائش کو پاک نہیں کرتے اور جب وہ مرتے ہیں تو اسی آلائش کے ساتھ اپنی قبروں میں چلے جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت علیؑ نے ایسے مال داروں کے بارے میں فرمایا ہے:

من ملک زاد وراحلة تبلغه الی بیت اللّٰه ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا۔ (ترمذی، ابواب الحج)

جو شخص زادِ سفر اور سواری کا مالک ہو جس کے ذریعہ وہ اللہ کے گھر تک پہونچنے پر قادر ہو پھر وہ حج نہ کرے تو اس کے لیے برابر ہے کہ وہ یہودی کی طرح مرے یا عیسائی کی طرح۔

مال داری اور زادِ سفر کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال آمدنی سے حاصل ہوا ہو، حرام آمدنی اور مشتبہ کمائی کا حصہ نہ ہو، ورنہ یہ حج باعث ثواب نہیں، باعث عذاب ہوگا، موجب رحمت نہیں، موجب زحمت ہوگا۔ چنانچہ امام غزالیؒ حج کے دس آداب میں پہلا ادب کسب حلال کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حج کے لیے نفقہ حلال ہونا چاہیے اور ہاتھ کو ایسے کاروبار سے خالی ہونا چاہیے جس میں دل مشغول ہوجائے، ارادہ منتشر ہوجائے، بلکہ ارادہ صرف اللہ کے لیے ہو اور دل اللہ کے ذکر اور اس کے شعائر کی طرف مائل ہو اور اس پر مطمئن ہو۔ اہل بیتؑ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا تو چار قسم کے لوگ حج کے لیے نکلیں گے۔ (۱) حکمراں تفریح کے لیے (۲) مال دار تجارت کے لیے (۳) فقراء گداگری کے لیے (۴) قاری ریا کاری کے لیے۔ روایت میں اشارہ ان دنیاوی اغراض کی طرف ہے جو حج سے وابستہ کیے جاتے ہیں، یہ تمام چیزیں فضیلت حج کی رکاوٹیں ہیں''۔ (کتاب اسرار الحج، ص ۵۷، مطبع یوسف، مصر)

مال داری اپنے ساتھ امتیاز او رنمود و نمائش لے کر آتی ہے اور دوسروں سے ممتاز مقام حاصل کرنے کا تقاضا کرتی ہے، اپنی اہمیت کا احساس دلاتی ہے اور مال دار کو تعلّی اور خود پسندی میں

مبتلا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح و تربیت کا ذریعہ حج کو اس طرح بنایا ہے کہ پہلے ہی مرحلہ میں وہ لباس فاخرہ الگ کرنے، سر کا تاج اور پاؤں کا جوتا اتارنے کا حکم دیتا ہے اور صرف دو کھلی چادریں پہننے کا حکم دیتا ہے تاکہ لوگ اپنا عرفی مقام اور اپنی سماجی پہچان مٹا کر روحانی سادگی اور عشق و محبت کی وارفتگی میں گم ہوجائیں۔ ان کی پہچان سردار و مال دار اور صاحب اختیار کی حیثیت سے نہ ہو بلکہ اللہ رب العزت کے بندہ عاجز اور بے اختیار غلام کی حیثیت سے ہو۔ ان کا سرور مال اور مرتبہ نہ ہو بلکہ اپنے رب کا جلال و جمال ہو۔ چنانچہ حج کو جانے والے مال دار جب چادر احرام پہنتے ہیں تو وہ بندگی اور سرافگندگی کی اس دہلیز پر قدم رکھتے ہیں جہاں خودی مٹ جاتی ہے اور بے خودی شروع ہوجاتی ہے۔ مال و اسباب کی زنجیروں کو توڑ کر حاجی دیوانہ وار اپنے محبوب کے گھر کی طرف دوڑتا ہے اور مال و زر کی محبت کے مقابلہ میں اللہ کی محبت کا ثبوت دیتا ہے۔ کعبہ میں حاضری محبوب سے ملاقات کی لذت نصیب کرتی ہے، خانہ کعبہ میں حمد و مناجات محبوب سے شرف ہم کلامی کی حلاوت عطا کرتی ہے، ایک عرب شاعر کہتا ہے:

زر من هويت وان شطت بك الدار
وحال من دونه حجب واستار
لايمنعنك بعد عن زيارته
ان المحب لمن يهواه زوار

جس سے محبت کرتے ہو اس کی زیارت کرو اگرچہ تمہارا گھر دور دراز ہی کیوں نہ ہو اور تمہارے درمیان ہزار پردے حائل ہوں۔ مسافت کی دوری اس کی زیارت سے تمہیں روک نہ دے۔ کیونکہ عاشق اپنے محبوب کی بار بار زیارت کرتا ہے۔ محبوب کی کشش فاصلوں کو مختصر کردیتی ہے، اس سے ملنے کی تڑپ راہ کی دشواریوں سے بے نیاز کردیتی ہے، جس دل میں اس کا غم ہوتا ہے وہ غم دنیا سے نجات پالیتا ہے۔

حاجی جب حج کا ارادہ کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرے، اگر اس نے انسانوں کی حق تلفی کی ہے، تو وہ ان کا حق ادا کرے، کسی کو ناحق ستایا ہے تو اس سے معافی مانگے، کسی کو تکلیف پہونچائی ہے تو اس کی تلافی کرے، اس پر کسی کا حق واجب ہے تو پہلے اسے ادا کرے یعنی ہر طرح سے اپنے آپ کو پاک و صاف کر کے اللہ کے حضور لے جائے ورنہ گناہوں کی سیاہی

اسے رب ذوالجلال کی عظمت کا مشاہدہ کرنے کے لائق نہیں چھوڑے گی، بقول مرزا غالبؔ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

گناہ کیسا بھی ہو اور کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ کے نزدیک اس کی معافی ضرور ہے اس لیے وہ اعلان کرتا ہے:

يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر- ۵۳)

اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں سے ظلم کیا ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہو وہ رب غفور سارے گناہ معاف کردیتا ہے، وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

حج اللہ کے دربار میں بلکہ اس کے حضور میں سرافگندگی کا نام ہے، اس لیے حاجی کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ دوران حج کسی طرح کے گناہ اور جرم وخطا کا ارتکاب نہ کرے۔ نہ جنسی، نہ اخلاقی اور نہ معاشرتی، نہ کسی عورت پر بری نگاہ ڈالے، نہ کسی کے مال پر غلط نگاہ ڈالے، نہ کسی کی چیز اٹھائے، نہ کسی سے لڑائی جھگڑا اور بدکلامی کرے، بلکہ حسن معاملہ،حسن اطوار اورحسن کردار کا مظاہرہ کرے، خوش گفتاری اور خوش کلامی کو اپنا وطیرہ بنائے۔ حج جنسی، اخلاقی اور تہذیبی پاکیزگی کا ایک خدائی نصاب ہے اگر حاجی اس نصاب کو پورا کرتا ہے تواس کا حج مکمل ہوتا ہے اور اگر وہ اس نصاب کو پورا نہیں کرتا تو حج کے رسوم ادا کرنے کے باوجود حج کی قبولیت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِيْ الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّهُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُوْلِيْ الأَلْبَابِ۔ (البقرہ:۱۹۷)

حج کے چند معلوم مہینے ہیں، جس پر ان مہینوں میں حج فرض ہو تو اس کے لیے جنسی عمل کرنا،فسق وفجور کرنا، جھگڑا کرنا، حج میں جائز نہیں اور جو نیکی تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور زاد راہ لیا کرو اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور اے عقل مند مجھ سے ڈرو۔

بروایت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من حج فلم یرفث ولم یفسق غفرله ما تقدم من ذنبه۔ (ترمذی، ابواب الحج)

جس نے حج کیا اور نہ جنسی عمل کیا اور نہ برا کام کیا اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

حج کے اجتماع عام میں بھیڑ کی وجہ سے حاجیوں کو اکثر تکلیف پہونچتی ہے، مگر یہ تکلیف نادانستہ ہوتی ہے، ایسی تکلیفوں کو گوارا کرلینا چاہیے اور صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ اگر کسی سے جہالت و نادانی کی بات سرزد ہوجائے تو عفو و درگذر کا معاملہ کرنا چاہیے نیز جان بوجھ کر دوسروں کو اذیت پہونچانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

حاجی جب ارکان حج ادا کرتا ہے تو ہر ایک رکن کی ادائیگی کے ساتھ اسے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور اسے ایک خاموش مگر پر اثر پیغام بھی ملتا ہے۔ حاجی اگر شعور ذات اور احتساب نفس کے ساتھ ان ارکان کو ادا کرے تو وہ اس پیغام کو محسوس کرسکتا ہے اور مسرور ہوسکتا ہے اور اس پر کاربند ہوکر باقی زندگی کو مفید اور موثر بناسکتا ہے۔ مثلاً جب حاجی طواف کے لیے حاضر ہوتا ہے، خانہ کعبہ کے گرد دیوانہ وار چکر لگاتا ہے اور لبیک اللھم لبیک کی صدا لگاتا ہے، تو اسے یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا کے سب لوگ چکر کاٹتے ہیں مگر اپنے مفادات کے گرد، اپنی ضروریات کے گرد، اپنی خواہشات اور اپنی توقعات کے گرد، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال و اسباب کے گرد۔ انسان کی عمر تمام ہو جاتی ہے مگر اس کی گردش تمام نہیں ہوتی۔ طواف کعبہ مومن کو یہ پیغام دیتا ہے کہ دنیا اور اس کی مصروفیات کے مقابلہ میں نفس اور اس کی خواہشات کے مقابلہ میں اللہ وحدہ لاشریک کی مرضی کے گرد چکر لگانا دینی سعادتوں اور روحانی ترقیوں کا ذریعہ ہے۔

حاجی یہاں صرف طواف ہی نہیں کرتا بلکہ دین و دنیا کی سعادت اور روحانی و اخلاقی پاکیزگی کی دعا بھی مانگتا ہے اور اللہ اپنے گھر میں صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کو ضرور قبول کرتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے جو دعائیں سکھائیں ہیں، ان میں ایک یہ ہے اللھم انی اعوذ بک من الشقاق ، والنفاق ومن سوء الاخلاق ومن کل امر لایطاق۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں اختلاف سے، نفاق سے، بداخلاقی سے اور طاقت سے زیادہ امر سے۔

اسی طرح جب حاجی صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑتا ہے تو اس کے نہاں خانہ وجود میں ایک تاریخی مثال جلوہ گر ہوتی ہے جو ایک ایسی مظلوم اور معصوم خاتون اور اس کے شیر خوار بچہ کی سبق آموز داستان پر مشتمل ہے، جنہیں تاریخ بی بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کے نام سے جانتی ہے۔ بروایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، جب حضرت ابراہیمؑ مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں بی بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو چھوڑ کر واپس چلے گئے اور ادھر ان کا توشہ اور پانی ختم ہوگیا تو حضرت ہاجرہ پریشانی کے عالم میں کبھی صفا کی پہاڑی پر اور کبھی مروہ کی پہاڑی پر چڑھ کر بے تاب نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتیں، شاید کوئی قافلہ نظر آئے، کہیں پانی کا سراغ ملے تاکہ اپنے شیر خوار اسماعیلؑ کی جان بچائیں۔ قافلہ تو کوئی نظر نہیں آیا البتہ رحمت الٰہی کو جوش آیا اور حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کی رگڑ نے پتھر کے نیچے پانی کے چشمے کو پالیا اور وہ ماں بیٹے کی زندگی کا پیغام بن گیا۔ پھر اللہ نے صفا و مروہ کو شعائر حج کا حصہ بنا دیا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔ (البقرہ:۱۵۸)

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہے۔ تو جس نے حج یا عمرہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو بھلائی کرے اپنی خوشی سے تو اللہ تعالیٰ قدرداں اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

مال دار انسانوں کو حج میں صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑ لگانے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ یاد رکھیں کہ وہ ایک مظلوم خاتون کے نقش قدم کے اتباع میں دوڑ رہے ہیں۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنا تو انسان ہی نہیں حیوانوں کا بھی خاصہ ہے مگر غریبوں، ناداروں، ضرورت مندوں، دکھیاروں کے غم کا مداوا بننا، ان کی ضرورتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنا، صرف خدا کے نیک اور مقرب بندوں کا حصہ ہے۔ جب انسان دوسروں کی ضرورت کی تکمیل کی فکر کرتا ہے تو اللہ اس کی ضرورتوں کی تکمیل کی سبیل پیدا کرتا ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: من کان فی حاجة اخیه کان اللّٰه فی حاجته (مسلم) جو اپنے بھائیوں کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔

حج کا رکن اعظم وقوف عرفہ ہے، جب حاجی میدان عرفات میں طلوع شمس سے لے کر

غروب آفتاب تک قیام کرتا ہے، حمد و مناجات سے اپنے وجود کو منور کرتا ہے اور توبہ و استغفار کے پانی سے اپنے میل کچیل کو دھوتا ہے تو اسے روحانی سرور اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ پھر مسجد نمرہ کے امام کا خطبہ نبی اکرمؐ فداہ ابی وامی کا وہ آفاقی پیغام یاد دلاتا ہے جو حقوق انسانی کا پہلا عالمی منشور ہے، دنیا میں طاقت ور کے حقوق کی پاسبانی ہوتی ہے اور کمزور کے حقوق کی پامالی، دولت مند کو حقوق مل جاتے ہیں اور غریبوں کے حقوق تلف کیے جاتے ہیں۔ اس ظالمانہ رواج کو بدلنے کے لیے رسول پاکؐ نے فرمایا تھا:

> **الا ان دماء کم و اموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا فلیبلغ الشاهد الغائب۔ (بخاری، کتاب العلم)**
>
> سنو! تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کا مقدس دن اس مہینہ اور اس شہر مکہ میں۔ تم میں سے جو لوگ موجود ہیں وہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہونچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔

حاجی ہر سال اس پیغام کو لے کر آتے ہیں اور اپنے خویش و اقارب تک پہونچاتے ہیں۔ اگر اس پیغام کو دل نشیں کرلیا جائے تو انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے نہ کسی کانفرنس کی ضرورت ہوگی اور نہ کسی تحریک کی۔ اگر حاجی دوسرے انسانوں کے حقوق کی پروانہیں کرتا تو گویا اس نے حج ہی نہیں کیا، جس نے یہ سبق یاد نہیں کیا، اس نے حج سے کوئی سبق ہی نہیں لیا، جس نے حقوق انسانی کی معرفت حاصل نہیں کی ،اس نے گویا عرفہ کا وقوف نہیں کیا۔ وقوف عرفہ اللہ اور بندوں کے حقوق کی معرفت کا ذریعہ ہے۔

حاجی دن تو میدان عرفات میں گذارتا ہے مگر رات مشعر حرام میں گذارتا ہے، دن بھر کی مشقت کے بعد رات کو سونا چاہتا ہے مگر اللہ رب العزت اس کی تقدیر کو یہ کہہ کر جگاتا ہے:

> **فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُواْ اللّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ ۔ (البقرہ:۱۹۸)**
>
> پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، اور اس کو اسی طرح یاد کرو جس طرح اس نے تم کو ہدایت یاب کیا اگرچہ تم اس سے پہلے گم

گشتہ راہ تھے۔

مشعر حرام میں شعور انگیز ذکر کی حلاوت حاصل کرنے کے لیے حاجی مزدلفہ کی پہاڑیوں میں پروانہ کی طرح منتشر ہوکر دست دعا بلند کرتا ہے، نفس کے تاریک گوشوں میں چھپی خواہشات اور قلب وذہن کے کونوں میں چپکے ہوئے خود بینی کے جراثیم کو نکالتا ہے اور یاد الٰہی کی مشعل جلاتا ہے۔ یہ ذکر اسے رموز بے خودی سکھاتا ہے اور لذت آشنائی سے ہم کنار کرتا ہے بقول اقبال۔

دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

دن کے اجالے میں حاجی پھر منیٰ کی طرف چلتا ہے اور اللہ کی خوشنودی کے حصول اور اس کے احکام کی مخلصانہ تعمیل کے درمیان حائل ہونے والے شیطان بزرگ پر سات کنکریاں برساتا ہے۔ شیطان نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے دل میں وسوسہ بن کر اترنے کی کوشش کی اور اللہ کی راہ میں قربانی دینے سے باز رکھنے کی جسارت کی تھی، رمی جمار اس کی یادگار تو ہے مگر اس کا جذباتی ردعمل نہیں، بلکہ مقصد زندگی کے حصول میں حائل شیطانی رکاوٹوں کو دور کرنے، دوست و دشمن کی معرفت حاصل کرنے اور ازلی دشمن سے نبرد آزما ہونے کی یہ شعوری علامت ہے۔ حاجی اگر شیطانی قوتوں کو پہچانتا ہے، شیطان کی چالوں سے باخبر ہے اور ان کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے تو وہ رمی جمار کا حق ادا کرتا ہے، ورنہ وہ رسم تو ادا کرسکتا ہے مگر سنت ابراہیمی پوری نہیں کرسکتا۔

قربانی حج کا بڑا رکن ہے، رمی جمار کے بعد حاجی جانور کی قربانی کرتا ہے، پھر حلق کرتا ہے، قربانی مال اور مفادات کی قربانی کی علامت ہے اور حلق جان کی قربانی کی علامت ہے۔ یہ علامتیں سکھاتی ہیں کہ اللہ کی راہ میں تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کا سلیقہ سیکھو، اگر اللہ کے نام پر حاجی نے جانور قربان کردیا مگر اس کے مطالبہ پر جان نچھاور کرنے سے جی چرایا تو یہ قربانی اللہ کے یہاں نہ رنگ لائے گی اور نہ اس کا کچھ اجر ملے گا۔ جب تک جانور کے بہتے خون کی طرح ایثار و قربانی کا جذبہ تازہ اور گرم نہ ہو، حاجی اللہ کی قربت کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ اسی لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

حاجی جب حج کے مناسک پورے کرلیتا ہے تواس کا روحانی سفر ختم نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے۔ وہ عشق ومحبت کی درس گاہ میں جو سبق پڑھتا ہے، اسے دہرانا اور یاد کرنا اس کی روحانی ضرورت بن جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُواْ اللّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً (البقرہ:۲۰۰)

جب تم حج کے مناسک پورے کرچکو تو اللہ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے آبا و اجداد کو یاد کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

اللہ کی یاد اول بھی اور آخر بھی، صبح بھی اور شام بھی، دن میں بھی اور رات میں بھی، سوتے بھی اور جاگتے بھی، حاجی کے روحانی سبق کا اعادہ ہے۔ اس میں عشق کی لذت اور محبت کا سرور ہے اور یہی حاجی کی زندگی کا سرمایہ ہے۔

تیری یاد میرا سرمایہ ہے یہی اب تک میں نے کمایا ہے
تیرے مست ملنگوں کا جگ میں کوئی گھربار نہیں جاناں